ثقافت کے نام پر......

لیکن یہاں اسی سلسلے میں اور بہت کچھ ہو رہا ہے۔حکومت کی عین سرپرستی میں دیہات میں تہذیب اور کلچر کے فروغ کے لیے اور سوشل اصلاح وترقی کے لیے نوجوان عورتوں اور مردوں کے مخلوط تربیتی مراکز کھول کر چپ چاپ ہمارے معاشرے کی بنیادوں کے نیچے ڈائنامیٹ رکھے جارہے ہیں۔ ان سنٹروں کے تربیتی کام کے اہم پہلو یہ ہیں: ● عورتوں اور مردوں میں بے تکلفانہ میل جول بڑھانا ● پردے اور اسلامی معاشرت کی دوسری قدروں کا خاتمہ ● مذہب کی تضحیک کرنا اور اس سے تنفر اور گریز پیدا کرنا ● مغربی آرٹ اور کلچر کا ذوق اُبھارنا.....

ہمیں بتایا جائے کہ یہ سب کس اسلام کے کرشمے ہیں؟ کیا ان رنگ رلیوں کو اپنی سرپرستی سے نوازنے کی پالیسی قراردادِ مقاصد کے تقاضوں کے مطابق ہے؟ کیا یہ مساعی ایسی فضا تعمیر کرنے کے لیے ہیں جس میں مسلمان اپنی زندگیوں کو کتاب وسنت کے اُصولوں پر استوار کرسکیں؟

کیا یہ عوام کے معیارِ اخلاق کو بلند کرنے کا اہتمام ہے؟ کیا یہ زنا کو اُس کی ہر شکل میں ختم کردینے کی مہم ہے؟ کیا یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اسکیم کا کوئی حصہ ہے؟

اِن چیزوں پر روپیہ صرف ہوتا ہے، وقت صرف ہوتا ہے، دماغی اور جسمانی قوتیں صرف ہوتی ہیں، لہٰذا قوم کو بتایئے تو سہی اس کے طے کردہ مقاصد میں سے یہ کس مقصد کی خدمت ہے؟

اس قوم کو دفاع کی قوت کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، یہ تعلیمی اداروں کو توسیع دینے کی محتاج ہے، یہ صحتِ عامہ کی سرگرمیوں کے معاملے میں سخت کوتاہ ہے، یہ اخلاقی بحالی کے لیے اکابر کی خدمات کی منّت کش ہے، یہ بے روزگاری کے چنگل سے نکلنے کے لیے سخت جدوجہد کی منتظر ہے____ ذرا بتایئے تو سہی کہ ان حقیقی قومی ضروریات کے لیے آپ نے کیا کچھ کیا؟ کیا آپ اِن ابتدائی فرائض سے فارغ ہوچکے ہیں کہ اب ’طاؤس ورباب‘ کی سرمستیوں میں کھوجانے کا موقع نکل آیا ہے؟ (’اشارات‘، نعیم صدیقی، ترجمان القرآن، جلد ۴۱، عدد ۴-۵، ربیع الثانی ، جمادی الاول ۱۳۷۳ھ، جنوری، فروری ۱۹۵۴ء، ص ۷، ۱۴-۱۵)